بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نظرات

سخت افسوس ہے کہ ۱۲-مارچ کی شب میں بارہ بجے کے قریب ہندوستان کے آسمانِ علم وفضل کا ایک روشن ستارہ جسے لوگ سر شاہ محمد سلیمان کے نام سے جانتے تھے یکا یک موت کے آغوش میں گر کر قیامت تک کے لیے غروب ہو گیا۔ سر شاہ محمد سلیمان مرحوم اپنی ذہانت و طباعی اور اعلیٰ قانونی و علمی قابلیت و لیاقت کے باعث جس طرح سرزمین ہند کے لیے مایۂ صد افتخار و نازش تھے۔ اسی طرح اپنے سچے اور پکے مذہبی معتقدات و اعمال کی وجہ سے آج کل کے انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں کے لیے باعث ہزار عبرت و موعظت بھی تھے۔ دل اور دماغ دونوں کی اچھائیاں بیک وقت بہت کم لوگوں میں جمع ہوتی ہیں۔ مرحوم ان دونوں قسم کی خوبیوں کا ایک ایسا مجموعۂ دلفروز تھے جس کی یاد برسوں تک ہندوستان کے ارباب علم وفضل کو خون کے آنسو رلائیگی۔

سر شاہ محمد سلیمان مرحوم ۳-فروری ۱۸۸۶ء کو جون پور کے ایک سید گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم یہیں پائی۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد الہ آباد کے میور سنٹرل کالج میں داخل کیے گئے۔ ۱۹۰۶ء میں بی اے کا امتحان پاس کیا اور تمام صوبہ میں اول رہے۔ اس امتیاز کی بنا پر انہیں اعلیٰ تعلیم کے لیے گورنمنٹ سے وظیفہ ملا، اور آپ ہندوستان کو الوداع کہہ کر کیمبرج کے کرائسٹ چرچ کالج میں داخل ہو گئے۔ ۱۹۰۹ء میں ریاضیات کا اعلیٰ امتحان (Tripos) پاس کیا۔ اور پھر ۱۹۱۰ء میں بیرسٹری کا امتحان بھی پاس کر لیا۔ ۱۹۱۱ء میں قانون کی ایک دوسری ڈگری لی۔ ۱۹۱۲ء میں ہندوستان واپس آکر الہ آباد میں بیرسٹری شروع کی۔ جس میں اُنہوں نے بہت جلد نمایاں کامیابی حاصل کر لی۔ ۱۹۲۰ء میں اُن کو الہ آباد ہائیکورٹ کا جج مقرر کیا گیا۔ ۱۹۲۸ء اور ۱۹۲۹ء میں وہ عارضی چیف جج کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ ۱۶-مارچ ۱۹۳۲ء کو انہیں مستقل چیف جسٹس کر دیا گیا۔ پھر جب فیڈرل کورٹ قائم کی گئی تو وہ اُس کے جج بنا کر دہلی بھیج دیے گئے۔ اور بالآخر ۱۲-مارچ کی شب میں یہیں جان جانِ آفریں کے سپرد کر کے نظام الدین اولیاء میں ایک مقام پر جو وادی ایمن کے نام سے مشہور ہے، دفن کیے گئے۔

مرحوم اس دنیوی اعزاز ومنصب کے علاوہ ریاضیات اور علم الطبیعات کے بھی بڑے ماہر تھے۔ شوق مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ کوئی حالت ہو، بلاناغہ صبح چار بجے سو اُٹھ کر مطالعہ شروع کر دیتے تھے۔ آئن اسٹائن کے نظریۂ اضافیت کے زبردست نقاد تھے جس کو انہوں نے عرصۂ دراز کی تحقیق وجستجو کے بعد غلط ثابت کیا تھا۔ اور جس سے یورپ کے علمی حلقوں میں سخت ہیجان پیدا ہو گیا تھا۔ آخر کار ۱۹۳۶ء اور ۱۹۳۷ء دو سال تک مسلسل سائبیریا میں تحقیق کرنے کے بعد پروفیسر میچلوف نے اعلان کیا کہ واقعی سر شاہ محمد سلیمان کا نظریہ بالکل درست اور صحیح ہے۔ پروفیسر موصوف کا یہ اعلان گویا ہندوستان اور بالخصوص ایک مسلمان دماغ اور ذہانت کی یورپ کے دماغ پر فتح کا اعلان تھا۔ سر شاہ سلیمان مرحوم اس حیثیت سے ہندوستان سے زیادہ یورپ اور امریکہ کے علمی حلقوں میں روشناس تھے اور وہ لوگ انہیں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

ان علمی و دماغی فضائل کے علاوہ آنمرحوم اخلاقی اور مذہبی معتقدات کے لحاظ سے بھی ایک بلند پایہ انسان تھے۔ دو مرتبہ علی گڈھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر مقرر ہوئے۔ اور باخبر لوگ جانتے ہیں کہ انہوں نے اس فرض کو کس عمدگی، احساسِ فرض کی پوری ذمہ داری اور محنت و دیانت کے ساتھ انجام دیا۔ اگرچہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر کو معقول تنخواہ دیجاتی ہے۔ اس کے لیے ایک الگ شاندار کوٹھی ہے اور ایک موٹر کار اور اُس کا معقول الاؤنس بھی دیا جاتا ہے لیکن مرحوم نے ان میں سے کبھی کسی چیز کو اپنے لیے پسند نہیں کیا اور اپنے عہدہ کی تمام خدمات اپنے پاس سے خرچ کر کے ہی انجام دیتے رہے۔ یہاں تک کہ علیگڈھ میں جتنے دنوں قیام کرتے کوٹھی کے بجائے، ایک کمرہ میں قیام کرتے تھے اور کھانا بھی یونیورسٹی کے مطبخ کا کھاتے تھے۔ اُن کی مذہبی پابندی اور آج کل کی "بدنام قدامت پسندی" کا یہ عالم تھا کہ پردہ جس کا نام لینا بھی آج کل کے روشن خیال متفرنجین خلافِ شائستگی سمجھتے ہیں، مرحوم اُس کے زبردست حامی تھے چنانچہ خود اپنے گھر میں اور علیگڈھ یونیورسٹی میں وہ اس کو اپنے اثر و اقتدار کے باعث پوری طرح قائم رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس قدامت پسندی کی وجہ سے اُن پر طعن و طنز بھی کیا جاتا تھا لیکن وہ اس کی ذرا پروا نہ کرتے، اور جو بات انہیں حق معلوم ہوتی تھی اُس پر بے خوف لومۃ لائم آخر تک شدت سے عامل رہتے تھے۔ غالباً مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ مرحوم نے تعطیل کا دن بجائے اتوار کے جمعہ مقرر کیا۔ اور یونیورسٹی کورٹ کی میٹنگ میں یہ تجویز پاس کرائی کہ ہر جلسہ کا آغاز تلاوتِ کلام مجید سے ہو۔ اس تجویز کے مطابق

وہ خود آیۂ کریمہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تلاوت کرتے تھے اور اس طرح جلسہ کا افتتاح کرتے تھے۔

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ انتہائی علمی ہوتے ہیں اُن کی عام گفتگو علمی انہماک و مصروفیت کے باعث شگفتہ نہیں ہوتی۔ لیکن اس کے برعکس مرحوم کی یہ خصوصیت تھی کہ بین الاقوامی شہرتِ علمی، اور فیڈرل کورٹ کے جج ہونے کے باوجود وہ ہر کہ و مہ سے نہایت خندہ پیشانی اور انبساط خاطر کے ساتھ گفتگو کرتے تھے۔ بولتے ذرا تیز تھے۔ فرطِ ذہانت سے آنکھیں چمکتی رہتی تھیں اور گفتگو کے وقت سیماب وش متحرک رہتے تھے۔

اُن کا گھر علماء و طلباء کے لیے ایک مسکنِ امن و راحت تھا۔ بڑے بڑے لوگوں کے بجائے غریب مگر اربابِ علم و ذوق سے ملنے میں خاص لطف محسوس کرتے اور اُن سے بے تکلف اور دیرینہ آشنا کی طرح گفتگو کرتے تھے۔ انتقال سے چند ماہ پہلے آپ نے ندوۃ المصنفین کی تمام مطبوعات کو شرفِ مطالعہ بخشا اور ادارہ کے ناظم اور اڈیٹر برہان کو مختلف مسائل پر بات چیت کرنے کے لئے اپنی کوٹھی پر مدعو کیا۔ کئی گھنٹہ تک مختلف علمی و اسلامی مسائل پر گفتگو کرتے رہے۔ ندوۃ المصنفین کے کام پر قلبی خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ اور چند اہم عنوانوں کی طرف توجہ دلائی جن پر مستقل تصنیفات کی شدید ضرورت ہے۔ دوران گفتگو میں مرحوم نے اپنے کتب خانہ کے ذکر کے سلسلہ میں کتب خانہ کی چند اہم اور نادر کتابوں کا بھی ذکر فرمایا جنہیں آپ نے بصرف زر کثیر فراہم کیا تھا۔

کوئی شبہ نہیں کہ موجودہ عہدِ قحط الرجال میں سر شاہ محمد سلیمان کا وجود ہندوستان کے لیے عموماً اور مسلمانوں کے لیے خصوصاً ایک متاعِ گرانمایہ تھا جس کے اس طرح ضائع ہو جانے پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے لیکن ماتم کرنے کے بجائے یہ بہتر ہوگا کہ مسلمان نوجوان علم میں، اخلاق میں، اور مذہبی عقائد کی پختگی میں اُنکی زندگی سے سبق حاصل کریں جو اُن کے جسم خاکی کے پیوند زمین ہو جانے کے بعد آج بھی روشن و تابناک ہے اور زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔

تلک آثارنا تدل علینا فانظروا بعدنا الی الآثار

دعا ہے کہ انہیں صدیقین و صلحاء کا مقام جلیل عطا ہو، اور حق تعالیٰ اُن کو جوارِ رحمت میں بیش از بیش انعام و اکرام سے سرفراز فرمائے۔ آمین ثم آمین۔